لطیفہ ۳۲

حج وجہاد کا بیان

قال الا شرف ؒ

الحج وھوالقصد الیٰ طواف کعبة القلوب۔ والجھاد وھوالمحاربة بالنفس کما اشار علیه السلام الیه بقوله رجعنا من الجھاد الا اکبرالیٰ الجھاد الاصغر [1]

حضرت سیّد اشرف جہاں گیرؒ نے فرمایا کہ حج دلوں کے کعبے کے طواف کا قصد کرنا ہے اور جہاد نفس کے ساتھ جنگ کرنا ہے جیسا کہ حضور علیہ السلام نے اپنی اس حدیث میں اشارہ فرمایا ہے، ہم جہادِ اکبر سے جہادِ اصغر کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ حج کے واجب ہونے کی شرطیں بہت سی ہیں اور اس کا وجوب اس آیۂ کریمہ سے بھی ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلاً [2] (اور اللہ کے واسطے لوگوں کے ذمے اس مکان کا حج کرنا ہے جو طاقت رکھے وہاں تک جانے کی)۔

اسلام کے پانچ فرضوں میں سے ایک فرض حج ہے۔ جس وقت عقل، بلوغ اور استطاعت کی شرطیں پوری ہوجائیں تو احکامِ حج کی پوری بجا آوری واجب ہوجاتی ہے۔ بعض لوگوں کا قول ہے کہ اگر جسم صحت مند ہے تو دوسری شرطیں لازمی نہیں

---

[1] مطبوعہ نسخے میں یہ حدیث شریف، ''رجعنا من الجھاد الا کبرالیٰ الجھاد الاصغر'' کی قرأت میں نقل کی گئی ہے اس کے مطابق ترجمہ کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ قرأت معروف قرأت کے برعکس ہے شاید کاتب کا سہوِ کتابت ہو۔ حضرت علی ہجویری معروف بہ داتا گنج بخشؒ نے پوری حدیث شریف اپنی تصنیف کشف المحجوب میں اس طرح تحریر فرمائی ہے رجعنا من الجھاد الاصغر الی الجھاد الا کبر قیل یارسول الله وما الجھاد الا کبر قال وھی مجاھدة النفس۔ ہم جہادِ اصغر سے جہادِ اکبر کی طرف رجوع کرتے ہیں، لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ جہادِ اکبر کیا ہے فرمایا نفس سے مجاہدہ کرنا۔ ملاحظہ فرمائیں، کشف المحجوب (فارسی) مرتبہ پروفیسر ڈاکٹر محمد شفیع، لاہور ۱۹۶۸ء ص ۲۱۳

[2] پارہ ۴۔ سورہ آلِ عمران، آیت ۹۷۔

ہیں۔ بیان کرتے ہیں کہ فتح موصلی قدس سرہٗ سفر کررہے تھے۔[۱]

راستے میں ایک نوجوان لڑکے کو دیکھا۔ آپ نے اس سے دریافت کیا۔[۲]

کس مقام سے کس مقام کی طرف جارہے ہو؟ لڑکے نے کہا کہ خدائے بزرگ کے گھر جارہا ہوں۔ (فتح موصلیؒ بیان کرتے ہیں) میں نے اس لڑکے سے کہا، تمھارے قدم چھوٹے ہیں اور راستہ طویل ہے لڑکے نے جواب دیا کہ میرے ذمّے تو صرف چلنا ہے، پہنچانا اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔ میں نے اس سے دریافت کیا تمھارا سامانِ سفر کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا، سامانِ سفر میرے دل میں ہے اور وہ میرا یقین ہے (کہ خدا مجھے منزل مقصود تک ضرور پہنچائے گا) میں نے اس سے کہا کہ میری مراد کھانے پینے کے سامان سے تھی۔ اس نے کہا اے نکمے شخص مجھ سے دور ہوجا، کیا تو نے کسی مہمان کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے میزبان کے گھر کھانے پینے کی چیزیں لے کر جاتا ہے۔

پس مطلوب کی طلب میں طالب کے لیے صحت مند جسم کافی ہے۔ اللہ کی محبت زادِ سفر ہے اور یہ خصوصیت صرف اہل ہمت یگانۂ روزگار اور یکتائے میدانِ کارزار ہستیوں کے لیے مخصوص ہے۔ قطعہ:

مردِ ایں میداں نہ باشد ہر کسے
فارسے باید کہ تازد بر سراں
سر نہد در معرکہ وزجان ودل
سینہ را سازد سپر سوئے سناں

ترجمہ:۔ ہر کوئی اس میدان کا مرد نہیں ہوتا۔ ایسا سوار درکار ہے جو (دشمن کے) سروں پر دوڑ پڑے معرکے میں دل وجان سے سر دینے کی ہمت رکھتا ہو اور اپنے سینے کو نیزے کی سپر بنانے کا اہل ہو۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے حضرت شقیقؒ[۳] سے روایت کیا۔ کسی شخص نے حضرت شقیقؒ سے کہا، میں نے حج کرنے کا ارادہ کرلیا ہے۔ انھوں نے دریافت کیا کہ تم نے سامان سفر جمع کرلیا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میں نے چار چیزوں کو زادِ راہ بنایا ہے۔ انھوں نے پوچھا وہ کیا ہیں۔ اس نے کہا، میں نے اپنے رزق کو اپنے آپ سے نزدیک تر اور رزقِ غیر کو اپنے سے بعید تر نہ دیکھا۔ میں نے دیکھا کہ خدا کا حکم جاری ہوچکا ہے، میں کسی حالت میں کسی جگہ ہوں یا نہ ہوں اللہ تعالیٰ علیم

۱۔ مترجم رسالۂ قشیریہ، ڈاکٹر پیر محمد حسن کی تحقیق ہے کہ فتح موصلی نام کے دو بزرگ گزرے ہیں۔ ایک ابومحمد فتح بن محمد بن وشاح الازدی الموصلی متوفی ۱۷۰ھ اور دوسرے ابونصر فتح بن سعید الموصلی متوفی ۲۲۰ھ۔ یہ بشر حافی کے ہم عصر تھے ملاحظہ فرمائیں اردو ترجمہ رسالۂ قشیریہ مترجم ڈاکٹر پیر محمد حسن، اسلام آباد ۱۹۷۰ء ص ۷۸۷ (حواشی)

۲۔ یہاں سے عربی کی طویل عبارت ہے۔ احقر مترجم نے اس کے فارسی ترجمے سے ترجمہ کرنے پر اکتفا کیا ہے۔

۳۔ حضرت شقیقؒ۔ آپ کا اسم گرامی ابوعلی شقیق بن ابراہیم البلخی تھا۔ آپ مشائخ خراسان میں سے تھے۔ آپ کا سارا کلام توکل کے بارے میں ہے۔ سالِ وفات ۱۹۴ھ ہے۔ ملاحظہ فرمائیں رسالۂ قشیریہ (اردو ترجمہ) ص ۳۹

ہے۔حضرت شقیقؒ نے فرمایا،تمھاری زادِ راہ بہترین زادِ راہ ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے ایک مرتبہ سفر سلطانیہ میں حضرت سلطان ولدؒ کے ساتھ یک جائی کا اتفاق ہوا، انھوں نے دریافت فرمایا، کہاں سے آ رہے ہو کہاں کا ارادہ ہے۔ میں نے کہا علم سے چشم کی طرف جا رہا ہوں منزل درمیان میں ہے اور حاصل دوقدم پر ہے۔ یہی دونوں عالم سے مقصود ہے اور اس منزل پر کوئی نہیں پہنچتا مگر یہ کہ وہ صاحب دوچشم ہو۔غزل:

چہ پرسی اے مسافر راہِ من آین
بگویم گر نہی گوشِ دلِ عین

ترجمہ:۔اے مسافر میری راہ کے بارے میں کیا پوچھتے ہو کہ کہاں سے کہاں تک ہے۔اگر عین کے گوشِ دل سے سنو تو بیان کرتا ہوں۔

کہ سالک رہِ دور و درازست
زاوّل علم تاسر منزلِ عین

ترجمہ: کہ سالک کا راستہ دور و دراز ہوتا ہے۔اس کی ابتدا علم سے ہوتی ہے اور اس کی انتہا مشاہدۂ حقیقت ہے۔

دریں بیدائے رہ بسیار غولند
کہ از رہ می برندر طرفتہ العین

ترجمہ: اس صحرا میں بہت سے جنات آباد ہیں جو سالک کو پلک جھپکتے میں راستے سے اچک لیتے ہیں۔

دریں رہ راہ بر آگاہ باید
کہ تا منزل برد از پائے خطوین

ترجمہ: اس راستے میں کامل راہبر کی ضرورت ہے جو سالک کو دوقدم کے فاصلے سے منزل تک پہنچا دے۔

میانِ علم وعین اے سالکِ راہ
ترا مقصد نہاد وحاصلِ بین

ترجمہ: اے سالک علم اور عین کے درمیان مقصد اور حاصل کو رکھ دیا گیا ہے۔

دریں رہ یافتہ مقصود اشرف
کہ مقصود ایں بود از خلقِ کونین

ترجمہ: اس راہ میں اشرفؒ نے مقصود کو حاصل کرلیا ہے کہ کونین کی تخلیق کا مقصود بھی یہی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ اگر کوئی شخص اس طرح کعبے کی زیارت سے مشرف ہوا ہے جس طرح اصحاب

طریقت زیارت کرتے ہیں زہے نصیب، ورنہ اہل شریعت کے انداز میں یہ فضیلت حاصل کرے، اگر یہ حاصل نہ ہو تب بھی اس سعادت کے نہ پانے کی حسرت اور اس فائدے سے محروم ہونے کی مصیبت کا احساس بجائے خود ایک خوش گوار دولت اور بلند سعادت ہے۔

اس جوان کا قصہ جو ظاہری حج سے محروم ہو گیا تھا:

آپ نے یہ بھی فرمایا کہ ایک جوان تھا جو دریائے حیرت میں غرق اور صحرائے فکر کی سیر میں مشغول رہتا تھا۔ وہ حج کے دوسرے دن جب حجاج وقوف منا میں تھے آیا اور حج کے اعمال شروع کر دیے۔ اسے بتایا گیا کہ وقوف عرفات کا دن گزر چکا ہے، آج اِن افعال کی ادائیگی جایز نہیں ہے۔ جب اس نے یہ بات سنی تو بے حد ملول ہوا، اور ایک دردناک آہ بھری۔ ایک عارف بھی وہاں موجود تھے، انھوں نے کہا، (اے جوان) میں نے سو سے زیادہ حج کیے ہیں ان کے بدلے میں یہ آہ مجھے بیچ دے۔ جوان نے آہ بیچ دی۔ تھوڑی دیر بعد اس نے ندائے غیب سنی کہ ایک بار پھر وہی آہ کر جو تو بیچ چکا ہے۔ فرمایا، اُس بیش قیمت آہ کی قیمت معنوی حج کے فقدان کی بنا پر تھی نہ کہ اس ظاہری حج کی قیمت تھی۔ مصرع:

کہ مرجاں راچو جوہر قیمتے نیست

ترجمہ:۔ مونگے کی قیمت جوہر کے برابر نہیں ہوتی۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ اصحاب ظاہر کا معاملہ شرعی ومرعی رخصت کے ساتھ ہے اور اربابِ باطن کے ساتھ جو معاملہ رکھا گیا ہے وہ معلوم ہے (رخصت کا نہیں ہے) البتہ نیت کرنے والوں کو زادِ راہ کے بغیر حج کا سفر نہیں کرنا چاہیے۔ حج پر جانے والوں کی کئی قسمیں ہیں۔ ایک طرح کے وہ لوگ ہیں جو کاروبار کے جذبے سے جاتے ہیں۔ بعضے ایسے ہوتے ہیں جو عزت و نام کی خاطر کہ ''حاجی'' کہلائے جائیں حج پر جاتے ہیں ایسے تمام لوگ حقیقی حج سے محروم رہتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ سفرِ کعبہ کا مقصد دولتِ حضور اور شوکتِ سرور کا پانا ہے۔ ابیات:

ابلہاں تعظیمِ مسجد می کنند
در صفائے اہل دل جدی کنند

ترجمہ: سیدھے سادے بے عقل لوگ مسجد کی تعظیم کرتے ہیں۔ اہل دل پاکیزگی حاصل کرنے کے لیے کوشش کرتے ہیں۔

آں مجاز ست ایں حقیقت اے فلاں
نیست مسجد جُز درونِ کاملاں

ترجمہ: اے شخص وہ مجاز ہے اور یہ حقیقت ہے۔ کاملوں کا باطن ہی مسجد ہوتا ہے۔

مسجدے کاں اندرون اولیاست
سجدہ گاہے جملہ است ایں جا خداست

ترجمہ:۔ وہ مسجد جو اولیا کے باطن میں ہوتی ہے وہ سب کی سجدہ گاہ ہوتی ہے کہ وہاں خدا موجود ہے

تا بگرداں کعبہ را دروے نرفت
اندریں کعبہ بجز آں حے نرفت

ترجمہ:۔ جب تک کعبے کا طواف کروگے اندر نہ جاپاؤ گے۔ اس کعبے میں سوائے اہل ہمت کے کوئی نہ گیا

تا دلِ مرد خدا نامد درد
ہیچ قومے راخدا رسوا نکرو

ترجمہ: جب تک کسی مردِ خدا کا دل بھر نہ آیا۔ خدا نے کسی قوم کو رسوا نہیں کیا۔

عین القضاۃ ہمدانیؒ فرماتے ہیں کہ ظاہری حج سب کر لیتے ہیں لیکن معنوی حج کا معاملہ مختلف ہے۔ یہ ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔ ظاہری حج کے لیے سیم وزر درکار ہوتا ہے۔ جس کے پاس ہو بکھیر تا جائے لیکن معنوی حج میں جان وجہاں نثار کرنے پڑتے ہیں۔ مَنِ استَطَاعَ اِلَیہِ سَبِیلاً یہ ہے۔ دل طلب کرنا چاہیے کہ دل حج اکبر کا مقام ہے۔ **سئل عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، این اللہ فقال علیہ السلام فی قلوب عبادہ قیل قلب المومنین بیت اللہ** یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا اللہ کہاں ہے۔ علیہ السلام نے فرمایا اپنے بندوں کے خانۂ دل میں۔ نیز بعضوں کے نزدیک مومن کا دل بیت اللہ ہے۔

سلطان العارفین رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں منقول ہے کہ انھوں نے ایک شخص کو دیکھا جو کعبے کے راستے پر چلا جا رہا تھا۔ انھوں نے اس سے دریافت کیا کہ تم کہاں جا رہے ہو۔ اس شخص نے جواب دیا کہ کعبے شریف جا رہا ہوں انھوں نے دریافت کیا کہ تمھارے پاس کتنے درم ہیں اس نے جواب دیا میرے پاس سات درم ہیں۔ سلطان العارفین نے فرمایا کہ وہ درم مجھے دو اور میرے گرد سات چکر لگاؤ۔ اس شخص نے ایسا ہی کیا، فرمایا کہ تم نے حج اکبر کیا ہے۔ ابیات:

طوافِ کعبۂ دل بہتر آمد
زطوفِ کعبہ کاندر کشور آمد
دریں کعبہ صفائے خویش بیند
دریں قبلہ صفائے داورآمد
زطوفِ صد ہزاراں کعبہ در گلِ
طوافِ کعبۂ دل خوش تر آمد

ترجمہ:۔ کعبۂ دل کا طواف کرنا زیادہ اچھا ہے۔ جو شخص کعبے کے طواف سے اس ملک میں آیا وہ اس کعبے میں خود کو پاک وصاف دیکھتا ہے کیونکہ اس قبلے میں حقیقی حاکم کا تقدس ہے مٹی سے بنے ہوئے لاکھوں کعبے کے طواف سے دل کے کعبے کا طواف بہتر ہوتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرؒ فرماتے تھے کہ جب حج کے لیے راستے پر قدم رکھے تو چاہیے کہ فنا کی چار تکبیریں دنیا کے چار گوشوں پر پڑھے اور جس منزل میں قیام کرے، سلوک کی منزلوں میں سے کوئی منزل طے کرے۔ جب میقات پر آئے تو لباسِ ظاہری کو اتار دے اور گزی کے ٹکڑوں کا احرام باندھے، ظاہری اور معنوی طور پر نا امیدی کو چکنا چور کرنے کی عادت پیدا کرے۔ دنیاوی معاملات اور برے لوگوں سے علاحدگی اختیار کرے۔ جب عرفات میں آئے تو معارف کے اسرار، عارفوں کے آثار ومشاہدات کی آگاہی حاصل کرے۔ جب مزدلفہ میں آئے تو حاصل شدہ مرادات سے دست بردار ہوجائے۔ جب مطاف میں آئے تو کعبۂ دل کے گرد، گرداں ہو۔ ماسوی اللہ کے خیال سے خود کو پاک کرے۔ چند ساعتیں دل کے کعبے میں، آرزوئے محبوب کے ساتھ طواف میں گزارے تا کہ دل کی آنکھ سے صاحبِ خانہ کا مشاہدہ اس طرح حاصل ہوجائے جس طرح تم نے ظاہری آنکھوں سے خانۂ کعبہ کو دیکھا ہے، نیز طواف کرتے ہوئے مولوی (مولانا رومیؒ) کی یہ غزل اس ذوق سے پڑھتا رہے کہ ایک خاص کیفیت حاصل ہوجائے۔غزل:۔

طوافِ حاجیاں دارم بگرد یار می گردم
نہ اخلاقِ سگاں دارم کہ برمردار می گردم

ترجمہ:۔ میں محبوب کے گرد پھر کر حاجیوں کا طواف ادا کرتا ہوں۔ میں کتوں کی عادت کی طرح مردار کے گرد نہیں گھومتا

نہ خواہم خانۂ درده نہ گاوِ کلّۂ فربہ
ولیکن مستِ سالارم پے سالارمی گردم

ترجمہ: میں دس دروازے والا محل نہیں چاہتا ہوں۔ اور نہ موٹی تازہ گائے۔لیکن اپنے رہبر کا دیوانہ ہوں اور اس کے پیچھے رہتا ہوں۔

نمی دانی کہ رنجورم کہ جالینوس می خواہم
نمی دانی کہ مخمورم کہ بر خمار می گردم

ترجمہ:۔ تجھے معلوم نہیں کہ میں بیمار ہوں اس لیے مجھے طبیب کی تلاش ہے۔تونہیں جانتا کہ میں نشے میں ہوں اس لیے شراب دار کے گرد پھر رہا ہوں۔

نمی دانی کہ سیمرغم کہ گردِ قاف می پرّم
نمی دانی کہ بوُ بردُم کہ برگل زار می گردم

ترجمہ:۔تونہیں جانتا کہ میں سیمرغ ہوں جو کوہِ قاف پر اڑ رہا ہوں۔ تجھے معلوم نہیں کہ میں نے خوشبو پائی ہے اس لیے باغ کے گرد پھر رہا ہوں۔

ہرآں نقشے کہ می آید درو نقاش می بینم
براہِ عشق لیلیٰ داں کہ مجنوں وارمی گردم

ترجمہ:۔ میرے سامنے جو نقش آتا ہے میں اس میں نقش بنانے والے کو دیکھتا ہوں۔ جان لے کہ عشقِ لیلی میں مجنوں کی طرح آوارہ ہو گیا ہوں۔

جب صفا مروہ پر سعی کرنے کے لیے آئے تو کوشش کرنی چاہیے کہ (مرنے سے قبل تمھاری روح) بشری کدورت سے پاک ہوکر فرشتے کی پاکی وصفائی سے مبدل ہوجائے۔ جب منا پہنچے تو شیطانی خطرات اور خیالی وسوسوں کو صفحۂ دل سے کھرچ ڈالے اور اپنے دامن دل کو گلِ آرزو سے خالی کردے۔ جب قربانی دینے کی جگہ پر آئے تو چاہیے کہ نفس کے دیو کو ریاضت ومجاہدے کی چھری سے ذبح کرڈالے بلکہ اپنے آپ کو بھی فدا کردے۔

اس جوان کی کیفیت جس نے منا میں اپنی جان قربان کردی:۔ اسی سلسلے میں آپ نے فرمایا، حضرت ذوالنون قدس سرہ[1] نے مقام منا میں ایک جوان کو بیٹھے ہوئے دیکھا۔ سب لوگ قربانی دینے میں مصروف تھے اور وہ اسے دیکھ رہے تھے کہ یہ جوان کیا کرتا ہے۔ (یکا یک) اس نے کہا، یا اللہ سب لوگ قربانی دے رہے ہیں میری آرزو ہے کہ تیری بارگاہ میں خود کو قربان کردوں اسے قبول فرما۔ یہ کہہ کر اس نے شہادت کی انگلی کا اشارہ کیا اور اسی حالت میں گر پڑا۔ جب لوگوں نے اسے دیکھا تو وہ مر چکا تھا۔ بیت:

خوب رویاں چو پردہ برگیرند
عاشقاں پیشِ شاں چنیں میرند

ترجمہ: جونہی خوب رو اپنے چہرے سے نقاب اٹھاتے ہیں عشاق ان کے سامنے اسی طرح جان دے دیتے ہیں۔

جب شیطان کو کنکری مارے تو چاہیے کہ ظاہری وباطنی حواس کی خواہشوں کو اپنی طبیعت سے دور کردے جب وقوف کے وقت عرفات جائے تو چاہیے کہ دل کے کوہ قاف پر آئے اور واقف ہو کہ یہ اوصاف اس سے رفع ہوئے یا نہیں۔ اگر ہوئے ہیں تو وہ ظاہری اور معنوی طور پر حاجی ہے اگر نہیں ہوئے تو پھر رسمی حاجی ہے جس وقت محبتِ الٰہی کا جام اسے پلایا جائے تو خامی کے درجے سے ترقی کر کے پختگی کے مرتبے میں منتقل ہوجائے۔ بیت:

---

[1] حضرت ذوالنون مصریؒ۔ ان کا اسمِ گرامی ابوالفیض بن ابراہیم تھا۔ بعض نے ثوبان بن ابراہیم کہا ہے۔ آپ تیسری صدی ہجری کے اولیائے کبار میں سے تھے۔ سالِ وفات ۲۴۵ھ ہے۔ ملاحظہ فرمائیں اردو ترجمہ رسالۂ قشیریہ ص ۲۳۔۲۴

صوفی نہ شود صافی تادرنہ کشد جامے
بسیار سفر باید تا پختہ شود خامے

ترجمہ: صوفی اس وقت تک صافی نہیں ہوتا جب تک (عشق الٰہی کا) جام نہ پیے۔ ایک خام شخص کو پختہ ہونے کے لیے بہت زیادہ سفر کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کو بہشت کی نعمتوں سے جدا کرکے محنت آباد دنیا میں بھیجا گیا تو حضرت آدمؑ اور حضرت حوا میں جدائی ہوگئی۔ (مدتوں بعد) دوبارہ کوہ عرفات پر ایک دوسرے سے ملے۔ (اسی طرح) عاشق الٰہی بھی کوہ عرفات پر جمالِ محبوب سے مشرف ہوتا ہے۔ وادیِ فراق کا ہر رنج وغم اور صحرائے مفارقت کا ہر دکھ وہاں زایل ہوجاتا ہے۔

البتہ حجر اسود کو بوسہ دینے کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں حق تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ اسے فلک چہارم پر بیت المعمور میں رکھ دیں۔ یہی حجر اسود جو آج اہل عالم کا قبلہ اور مسلمانوں کا کعبہ ہے، سُرخ یاقوت کا ٹکڑا تھا۔ پھر حق تعالیٰ نے کوہِ بوقبیس کو پھٹ جانے کا حکم دیا اور یہ پتھر اس شگاف میں سما گیا اور کوہ بوقبیس نے دوران طوفان اس کی حفاظت کی۔ اس کے بعد حق تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں انھیں حکم دیا کہ اے ابراہیم بوقبیس میں ایک پتھر ہے اسے وہاں لاکر رکن یمانی میں نصب کردو۔

بیان کیا جاتا ہے کہ پہلے حجر اسود کا رنگ سرخ تھا، حائضہ عورتوں کے بوسہ دینے کے باعث سیاہ ہوگیا۔ جب حق تعالیٰ نے میثاق کے دن اپنے بندوں سے عہد لیا تھا، اس عہد نامے کو ان سے لے کر اس میں بند کردیا تھا۔ چنانچہ اب جو شخص اسے بوسہ دیتا ہے (درحقیت) روزِ میثاق کے عہد کی بجا آوری کرتا ہے۔ کل قیامت کے دن یہ پتھر اللہ تعالیٰ کے سامنے گواہی دے گا کہ تیرے فلاں فلاں بندے نے عہد وفا کی پاسداری کی ہے اسے بخش دیجیے۔ حق تعالیٰ اس کی مغفرت فرمائے گا۔

یہ فقیر (اشرفؒ) کہتا ہے کہ میں نے حجر اسود میں عجیب خاصیت دیکھی ہے جسے بیان نہیں کرسکتا، اور وہ خاصیت یہ ہے کہ میں نے حجرِ اسود کو بوسہ دیتے ہی ایسی لذت و راحت محسوس کی کہ جب تک زندگی ہے اسے فراموش نہیں کرسکتا۔ دنیا میں اس لذّت سے بالا تر لذّت محسوس نہیں کی، نہ اس سے پاکیزہ تر شے کا مشاہدہ کیا۔ میں نے بہت سے بزرگوں سے اس عجیب وغریب تاثیر کا ذکر کیا، سب نے یہی فرمایا کہ ہم نے بھی اس کی مثل کسی شے کا مشاہدہ نہیں کیا۔ سبحان اللہ! اہلِ دل کی اس قدر کثیر تعداد کی نظر حجر اسود پر پڑی ہے اور اسے بوسہ دیا ہے لیکن حجر اسود کی خاصیت اس سے زیادہ ہی ہوگی جس کا انھوں نے مشاہدہ کیا ہے۔

کسے کو بوسۂ زد بر لبِ سنگ
بیاد لعلِ یاقوتین آں سنگ
بر آمد گوہرِ مقصود ازاں جا
کہ گوہر می رسد از سنگ تا چنگ

ترجمہ:۔جس شخص نے دو لال یاقوتوں کی یاد میں اس پتھر کو بوسہ دیا اس نے وہاں سے گوہرِ مقصود حاصل کر لیا کیوں کہ گوہر پتھر (کی کان) ہی سے ہاتھ تک پہنچتا ہے۔

وہ صاحبِ نعمت خوش وقت ہے جو فقیروں کا منظورِ نظر ہو، اور خوش بیانوں کے دل میں جگہ پائے۔ رباعی:[1]

ہر کہ او بار استاں کم سنگ شد
در کمی افتاد، عقلش تنگ شد
گر تو سنگ صخرہ ومرمر شوی
چوں بہ صاحب دل روی گوہر شوی

ترجمہ: جو شخص راست لوگوں کا رفیق نہ بن سکا، وہ نقصان میں رہا اور اس کی عقل تنگ ہوگئی۔ اگر تو پتھر کی چٹان اور سنگ مرمر ہے تو کسی صاحب دل کی صحبت میں رہ تاکہ گوہر بن جائے۔

جو شخص تمام اوصافِ بشریت سے فانی ہوجائے تو جان سکتا ہے کہ اس کی یہ حالت ان ہی معنوں میں ہے جو نماز میں حاصل ہوتی ہے۔ اگر چہ الفاظ مختلف ہیں لیکن معنی ایک ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرؒا فرماتے تھے کہ قبلہ کے معنی کسی چیز کی جانب توجہ کرنا ہے۔ جو شخص کسی شے کی طرف رخ کرتا ہے وہی اس کا قبلہ ہے، ظاہری طور پر بھی اور باطنی طور بھی۔ چناں چہ گزشتہ نبیوں اور امتوں کا قبلہ بیت المقدس تھا (لیکن) حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کا قبلہ، کعبۂ شریف قرار دیا گیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، قَدْنَرٰی تَقَلُّبَ وَجْھِکَ فِی السَّمَآءِ فَلَنُوَ لِّیَنّکَ قِبلَۃً تَرضٰھَا[2] (ترجمہ: ہم آپ کے منھ کا (یہ) بار بار آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں۔ اس لیے ہم آپ کو اسی قبلے کی طرف متوجہ کردیں گے جس کے لیے آپ کی مرضی ہے)۔

اور اہل شوق ومحبت اور فرقۂ عشق ومعرفت کا قبلہ ''جمالِ الٰہی'' ہے۔ وَلِکُلٍّ وِّجھَۃٌ ھُوَمُوَلِّیھَا[3] (ترجمہ) اور ہر شخص (ذی مذہب) کے واسطے ایک ایک قبلہ رہا ہے۔ اس حقیقت کا بھید ہے۔ یہ حضرات صخرہ یا کعبہ یا عرش کے آگے سر نہیں جھکاتے نہ پنہاں نہ آشکارا۔ فرد:

---

[1] یہ اشعار رباعی کے معروف وزن وبحر میں نہیں ہیں۔

[1] پارہ ۲۔ سورۂ بقرہ، آیت ۱۴۴ [2] پارہ ۲۔ سورۂ بقرہ آیت ۱۴۸

ہر قوم راست را ہے دینے وقبلہ گا ہے
ماقبلہ راست کردیم برسمت کج کلا ہے

ترجمہ: ہر قوم کا ایک دین اور قبلہ ہوتا ہے ہم نے اپنا رُخ کج کلاہ محبوب کی جانب کرلیا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ چار قبلے ہیں۔ پہلا قبلہ جوارح کا کہ تمام مومنین اور مسلمین پر فرض کیا گیا کہ اس کی طرف رُخ کرکے نماز پڑھیں۔ دوسرا قبلہ دل کی توجہ کا کہ اصحابِ طریقت اسی کی جانب متوجہ اور اسی کے ساتھ مشغول رہتے ہیں۔ تیسرا قبلہ شیخ ہے۔ ہر مرید کی توجہ شیخ کی جانب رہتی ہے۔ چوتھا قبلہ فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ [۳۱] (توتم لوگ جس طرف منہ کرو اُدھر (ہی) اللہ تعالیٰ کا رُخ ہے)۔

یہی تمام قبلوں کا زندہ دار ہے۔ فرد:

چوں قبلہ بجز جمالِ معشوق نبود
عشق آمدو محو کرد ہر قبلہ کہ بود

ترجمہ: چوں کہ محبوب کے جمال کے سوا کوئی قبلہ نہ تھا، عشق آیا اور اس نے ہر قبلے کو محو کردیا۔

تمام رسولوں، نبیوں اور خاص الخاص اولیا نے باطنی طور پر اسی کی جانب توجہ رکھی ہے اور اس کے سوا ہر ایک کی طرف سے پیٹھ موڑ لی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ حج کے معنی قصد کرنا ہیں (چناں چہ) جو شخص کسی شے کا قصد کرے اور ظاہراً وباطناً اس راہ میں قدم رکھے وہی اس شخص کا حج (قصد) ہوتا ہے۔ زیارت کرنے والے اور حاجی صاحبان اپنی دینی اور دنیاوی حاجتوں اور مقصدوں کی تکمیل کے لیے کعبے کا طواف کرتے ہیں تاکہ گناہوں کے نقوش ان کے اعمال نامے سے مٹ جائیں لیکن مشتاقوں، عاشقوں اور عارفوں کا مقصود ربِّ کعبہ کا تقرب ہوتا ہے۔ ان کا احرام باندھنے کا مقصد بہر طور دل ہوتا ہے تاکہ اسرارِ الٰہی کے محرم بن جائیں، **قال علیه السلام قلب العارف حرم الله وحرام علٰی حرم اللّٰہ ان یلج فیه غیر الله** یعنی حضور علیہ السلام نے فرمایا، عارف کا دل اللہ تعالیٰ کا حرم ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہر حرم پر حرام ہے کہ اس میں غیر اللہ داخل ہو۔ منائے نعمت اور عرفاتِ معرفت میں ان تسبیح خوانوں کی تسبیح یہ ہوتی ہے۔ شعر:

مارا حریمِ کعبۂ دل طوفِ ہر زماں
حاجی تو طوف می کنی در کعبہ وحرم

ترجمہ: ہمیں ہر گھڑی کعبۂ دل کی چار دیواری کا طواف نصیب ہے۔ اے حاجی تو کعبہ وحرم کا طواف کرتا ہے۔

حاجی کعبے کا حج مغفرت اور آسانی کی طمع میں کرتے ہیں شوق کا جذبہ کم ہوتا ہے اس کے برعکس اہلِ عشق طلبِ دوست

---

[۳۱] پارہ ۱۔ سورۂ بقرہ، آیت ۱۱۵

کی راہ میں سر پیش کرنے اور جان دینے میں شادی وفرحت محسوس کرتے ہیں۔ شعر:

احرامِ عاشقاں بہ از احرامِ حاجیاں
کاں رہ بسوئے کعبہ بود ایں بسوئے دوست

ترجمہ: عاشقوں کا احرام حاجیوں کے احرام سے بہتر ہے۔ وہ کعبے کی طرف اور یہ دوست کی طرف جاتا ہے۔

اہلِ عشق ومعرفت کا کعبے اور بت خانے، مسجد و میخانے سے مقصود اصلی طلبِ مولیٰ ہے۔ فرد:

در مسجد و مے کدہ گرمی روم چہ شد
در سجدہ و پیالہ بود عکس روئے دوست

ترجمہ: اگر میں مسجد اور میخانے میں جاتا ہوں تو کیا خرابی ہے۔ سجدہ ہو یا جامِ شراب دونوں میں دوست کے چہرے کا عکس نظر آتا ہے۔

عام کعبہ ظاہر ہے اور خاص کعبہ باطن ہے۔ ظاہری کعبے کا دروازہ کھلا ہوا، اور زیارت گاہ خلق ہے باطن کے کعبے کا دروازہ بند رہتا ہے تاکہ اغیار سے محفوظ رہے اور قہر کی کوئی راہ وہاں تک نہیں پہنچتی کیوں کہ نورِ احدیت کی زیارت کا مقام ہے۔ رباعی [۱]:

بطوفِ کعبۂ گلِ روز گار ست
بجوفِ قبلۂ دل کرد گار ست
تواں دانست زیں جا فرقِ ہر دو
کہ ایں راخلق زائر بہر آں رو

ترجمہ: دنیا مٹی کے کعبے کا طواف کرتی ہے۔ قبلۂ دل کے اندرونی گوشے میں خود خدا ہے۔ اس بات سے دونوں کا فرق معلوم کیا جا سکتا ہے کہ مخلوق اس کی زیارت کرتی ہے اور اس کے لیے وہ (خدا) ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ اُن لوگوں پر حیرت ہوتی ہے کہ پتھر اور مٹی سے بنے ہوئے کعبے کو ایک نظر دیکھ کر شرف پاتے ہیں اور واپس چلے جاتے ہیں اور قبلۂ دل پر قطعاً نگاہ نہیں ڈالتے جس پر اللہ تعالیٰ کی ہمہ وقت نظر رہتی ہے، جیسا کہ سلطان العارفینؒ نے فرمایا ہے، **زیارت اھل القلب خیر من زیارت الکعبہ سبعین مرۃً** یعنی اہل دل کی زیارت کعبے کی زیارت سے ستر گنا زیادہ بہتر ہے۔ ظاہری کعبہ پتھروں سے بھرا ہوا ہے اور باطنی قبلہ اسرار سے پُر ہے۔ اوّل الذکر مخلوق کے طواف کرنے کی جگہ ہے اور ثانی الذکر خالق کی ڈولی ہے۔ وہاں مقامِ خلیل ہے یہاں مقصدِ جلیل ہے۔ خلیل وجلیل

---

[۱] یہ اشعار رباعی کے معروف وزن وبحر میں نہیں ہیں بلکہ ہیئت بھی رباعی کی نہیں ہے۔

میں فرق قلیل ہے۔ وہاں چشمۂ زمزم ہے اور یہاں دمادم دورِ جام ہے۔ وہاں حجرِ اسود ہے اور یہاں نگاہِ ارشد ہے۔ مثنوی:

گر آنجا چشمہ سارِ زمزم آمد
دریں جا رود بارِ قلزم آمد

ترجمہ: اگر وہاں زمزم کے بہت سے چشمے ہیں تو یہاں سمندر کے بہت سے ندی نالے ہیں۔

گر آنجا قبلہ گاہِ سنگِ اسود
دریں جا قبلہ گاہِ خال برخد

ترجمہ: اگر وہاں سنگ اسود کا قبلہ گاہ ہے تو یہاں رخسار کا تل قبلہ گاہ ہے۔

آپ نے شیخ الاسلام نظام الدینؒ کا قول نقل فرمایا، کہ حج کے لیے جانا اُن لوگوں کا کام ہے جنھیں حیرت و استغراق کی پاکیزگی کا ذرہ برابر حصہ نہیں ملا اور اپنی خواہش نفس میں سر کھپاتے ہیں۔ مثنوی:

کسے راکو بود بادوست سرکار
چہ باشد در ہوائے کعبہ اش کا

ترجمہ: وہ شخص جو اپنے محبوب سے (ہمہ وقت) سروکار رکھتا ہے اسے آرزوئے کعبہ سے کیا کام ہے۔

کہ راہِ کعبۂ گلِ کوہسار ست
طریقِ قبلۂ دل روئے یار ست

ترجمہ: مٹی کے کعبے کی راہ میں پہاڑ ہیں جب کہ کعبۂ دل کے راستے میں محبوب کے چہرے کا نظارہ ہے۔

حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ حج اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کی علامت اور وصول مطلق کی بشارت ہے۔ وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالاً[۱] (اور لوگوں میں حج کا اعلان کردو، لوگ تمھارے پاس (حج کو) چلے آئیں گے)۔

باطنِ ذات اور آرزوئے محبت کی خوش منزلوں اور مرحلوں سے قدم باہر رکھ اور نفسِ امّارہ کے صحرا کو عبور کر، جب میقاتِ دل میں پہنچے تو توبہ کے پانی سے غسل کر کے لباسِ بشریت سے مبرّا ہو جا اور عبودیت کا احرام باندھ لے پھر عاشقانہ انداز میں ''میں حاضر ہوں'' کا نعرہ بلند کر۔ عارفانہ انداز میں داخلِ عرفات ہو، پھر جبلِ رحمت پر آجا۔ وہاں سے منائے آرزو میں آ اور نفسِ بہیمی کو ذبح کر۔ اپنی نظر وصالِ دوست کے کعبہ کی طرف رکھ اور نفس کو حق تعالیٰ کے سپرد کردے۔ فرد:

---

[۱] پارہ۔۱۷، سورۂ حج آیت ۲۷

چوں رسیدی طواف کن یعنی
گردما گرد نہ بگردِ خود

ترجمہ: جب وہاں پہنچے تو طواف میں مشغول ہو جا یعنی ہمارے گرد طواف کر اپنے گرد چکر نہ لگا۔

اور حجر اسود پر پاؤں نہ رکھ

جہادِ صوری ومعنوی کا ذکر: (حج کے بعد) جہاد کا ذکر آ گیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَھَاجَرُوۡ وَجٰھَدُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ بِاَمۡوَالِھِمۡ وَاَنۡفُسِھِم[1]

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ جس وقت کافر بغاوت کریں تمام بندوں پر اللہ کی راہ میں جہاد کرنا فرض ہے، البتہ کافروں کی بغاوت میں جہاد فرض کفایہ ہوتا ہے۔ جہاد کے لیے ایک امیر ہونا اشد ضروری ہے تاکہ میدانِ ہمت کے جہادی اور صف شکن سپاہی اس امیر کی اطاعت کریں اور نقطے کی مثل اس کے دائرۂ حکم سے باہر نہ ہوں اور دل کی قوت سے باہم متحد ہوکر کافروں کے لشکر پر حملہ کریں۔ بزدلوں کو لشکر کے ساتھ نہ لیجائیں اور اگر (کسی مجبوری سے) ساتھ لے جانا پڑے تو جنگ میں شامل نہ کریں، کیوں کہ بزدلوں کو ایمان کامل حاصل نہیں ہوتا اور جن کا ایمان کامل نہیں ہوتا وہ ناقص الایمان ہوتے ہیں گویا اہل شرک کے قریب تر ہوتے ہیں۔ رباعی:[2]

از مرگ حذر کردن دوزہ روا نیست
روزے کہ قضابا شد آں روز قضا نیست
روزے کہ قضا باشد کوشش نہ کند سود
روزے کہ قضا نیست درو مرگ روانیست

ترجمہ: دو روزہ زندگی میں موت سے فرار ممکن نہیں ہے۔ جس دن موت مقرر ہو چکی ہے وہ کسی حال میں نہیں ٹلتی موت کے دن کسی طرح کی کوشش کارگر نہیں ہوتی اور جو دن موت کا نہیں ہے اس دن موت نہیں آئے گی۔

جب مالِ غنیمت حاصل کریں تو اسے امیر لشکر کے سامنے کتب فقہ میں درج شدہ ہدایات کے مطابق تقسیم کریں۔ امیر جو کہ قوم کا پیشوا ہوتا ہے اور لشکرِ اسلام اس کا مطیع ہوتا ہے، اسے ایسا ہونا چاہیے جو اپنی ذات پر لذتوں اور شہوتوں کا دروازہ بند کرلے اور جس چیز کے پینے سے منع کیا گیا ہے اسے نہ پیے، کیوں کہ شراب عقل کو زایل کر دیتی ہے۔ روشن رائے اور بے خطا فکر، سوائے کمالِ عقل حاصل ہونے اور فہمِ لغو کو ترک کرنے کے نصیب نہیں ہوتے۔ عمل کی راہ میں کاہلی اور بے دلی

---

[1] پارہ ۱۰، سورۂ توبہ آیت ۲۰۔ غالباً مطبوعہ نسخے میں جاھدُوا سے پہلے 'اٰمنُوا وھَا جرُوا'' سہوِ کتابت کے باعث نقل نہ ہو سکے۔ پوری آیت کا ترجمہ یہ ہے،'' وہ لوگ جو ایمان لائے اور (اللہ کے واسطے) انھوں نے ترک وطن کیا اور اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال سے جہاد کیا''

[2] یہ اشعار رباعی کے وزن و بحر میں نہیں ہیں۔

شراب کے باعث پیدا ہوتی ہیں اور بے ہودگی جان کا لازمہ ہے آج کے ہزاروں کام کل پر چھوڑ دیتا ہے۔ فرد:

جہاں آں کس بود کو درشتابد
جہاں داری توقف بر نہ تابد

ترجمہ: دنیا اس شخص کے تابع ہوتی ہے جو سعی و عمل میں جلدی کرتا ہے۔ جہاں داری غفلت و توقف کو برداشت نہیں کرتی۔

ملکی مہمات اور حکمت عملی میں سرداروں کی جماعت سے مشورہ کرنا چاہیے۔[1] اس کے بعد اس کے نفاذ کے طریقوں پر غور و تدبر سے اس عمل کے فائدے اور نقصان کا اندازہ ہوجائے گا، جیسا کہ حکما نے کہا ہے، **لاظهر خير من مشاورت العقلا** یعنی البتہ اہل عقل کے مشورے سے خیر ہی ظاہر ہوگا۔ جو امر کہ بہادر اور جرار لشکر کے بس کا نہ ہو وہ اہلِ عقل کی تدبیر سے حل ہوجاتا ہے۔ رباعی:[2]

بر آرند دیوارِ روئیں زپائے
جواناں بہ شمیشر پیراں زرائے
بل آں کار کز لشکرِ کوہ کن
نباشد کند عقل از فکروفن

ترجمہ: جوان اپنی تلوار سے اور بوڑھے اپنی تدبیر سے فولادی دیوار اکھاڑ کر پھینک دیتے ہیں بلکہ جو کام کوہ کن لشکر کے بس کا نہیں ہوتا عقل فکر و تدبیر سے انجام دیتی ہے۔

مشاورت کے بارے میں بہت سے آثار اور بے شمار فائدے ضبط تحریر میں آئے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا۔ وَشَاوِرْهُمْ فِى الْاَمْرِ[3] (ترجمہ: اور ان سے خاص خاص باتوں میں مشورہ لیتے رہا کیجیے)۔ یہ حکم نہ صرف ضرورت کے اعتبار سے بلکہ اس لیے بھی تھا کہ اُن کا (صحابہؓ کا) دل خوش ہو نیز امت کو یہ تعلیم دینا تھا کہ وہ بہتر رائے اور مشورے سے اپنے امور انجام دیں، کیوں کہ انسانی عقلوں میں خاصہ فرق ہوتا ہے اور مخلوق کی سمجھ اور ادراک مختلف ہوتے ہیں۔ جو کام شمشیر آبدار سے انجام نہیں پاتا وہ تفکر اور تدبیر سے انجام پاجاتا ہے۔ شعر:

بشمشیرے یکے تادہ تواں کشت
بہ رائے لشکرے رابشکنی پشت

---

[1] اس جملے کی فارسی عبارت کسی قدر ژولیدہ ہے۔ سیاق وسباق سے مطابقت پیدا کرکے ترجمہ کیا گیا ہے۔

[2] یہ اشعار کسی مثنوی کے ہیں، بہر حال انھیں رباعی نہیں کہہ سکتے۔

[3] پارہ ۴۔ سورہ آل عمران، آیت ۱۵۹

ترجمہ: ایک تلوار سے (زیادہ سے زیادہ) دس آدمی قتل کیے جاسکتے ہیں جب کہ تم ایک رائے سے پورے لشکر کی کمر توڑ سکتے ہو۔ الشعر:

الرائے قبل الشجاعت شجعانی
وھو الاوّل وھی المحل الثانی

ترجمہ: بہادر کی شجاعت سے رائے کو فوقیت حاصل ہے۔ رائے کا مقام اوّل ہے اور بہادری کا مقام ثانی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ دانشورانِ زمانہ کے ایک گروہ کا خیال ہے کہ مشاورت میں (حکمت عملی کے) افشا ہونے کا احتمال ہوتا ہے جو امورِ مملکت میں نقصان کا باعث ہوسکتا ہے، حالاں کہ باہمی مشورے میں اخفا یقینی ہے۔ مثال کے طور پر کسی مجلس مشاورت میں دس اہل عقل اور خرد مندانِ زمانہ موجود ہیں۔ امیر یا حاکم ہر ایک سے مشورہ طلب کرتا ہے۔ ہر کوئی اپنی عقل کے مطابق رائے دیتا ہے۔ اس مجلس میں ہر شخص کا مشورہ ایک دوسرے کے علم میں آجاتا ہے۔ اس صورتِ حال میں تمام مشیر اس شبہے میں رہتے ہیں کہ خدا جانے امیر کس شخص کی رائے اور مشورے پر عمل کرے گا۔

اسی سلسلے میں آپ نے فرمایا کہ جب گلستانِ ممالک کے سرو، حضرت ابراہیم شاہ کی عراق پر حکومت تسلیم کر لی گئی اور انھیں دنیا پر حکومت کرنے کا موقع ملا تو انھوں نے مشورے کے طریقے کو اختیار کیا۔ اس پسندیدہ اخلاق وصفت کی رعایت کے سبب ہمیشہ کامیاب وکامراں رہے۔ وہ نوشیرواں کے نصائح پر عمل کرتے تھے۔ اگر چہ ان کے بعض مصاحبوں نے شاہنامے کے مطالعے پر اصرار کیا لیکن انھوں نے شاہنامہ پڑھنا پسند نہیں فرمایا البتہ تواریخ میں ''تاریخ طبری'' ہمیشہ نظر مبارک کے سامنے رکھتے تھے اور اس پر عمل کرتے تھے۔ کفایت شعار وزیروں اور اہل علم مصاحبوں کو خوش رکھتے تھے اور ظلم سے پرہیز کرتے تھے، کہ **لایدخل الضرر علی الوالی لاربعة اشیاء تشاغله باللذات عن الاشیاء وسوء اخلاقه علیٰ بطانة و افراط عقوبة عند غضبه ومداومة ظلم الیٰ رعیة** یعنی[۱] حکومت وسلطنت میں نقصان وفساد چار باتوں سے ہوتا ہے۔ والی ملک دنیائے فانی کی لذتوں میں خود کو غرق کردے اس کے باعث تمام ملکی اور مالی معاملات درہم برہم ہوجاتے ہیں۔ اپنے اقربا کے ساتھ بدخلقی کرے اور اُن کو سزا دینے میں حد سے تجاوز کر جائے یعنی دس بیدوں کی سزا ہے تو ہزار بید لگانے کا حکم دے یا قتل کرادے یا اسی طرح کی سزائیں دے۔ رعیت پر ظلم کرے تو یقیناً رعایا ظلم سے متنفر اور شکستہ خاطر ہوجائیگی۔ عمارت سازی اور زراعت میں مشغول نہ ہوجانا چاہیے، اس سے مال اور خزانے کا نقصان ہوگا، رعیت تباہ ہوجائیگی اور ملک میں خرابی نمودار ہوگی، اس کے نتیجے میں سپاہی بانک پن اختیار کرلیں گے اور فساد رونما ہوگا۔ میں اسی نوعیت کی وجوہات اور مثالیں عراق وخراساں میں دیکھ چکا ہوں بلکہ چچا بہادر خاں جن کی سلطنت اسی علاقے میں تھی اس کے زوال کا سبب یہی خراب باتیں تھیں۔

---

[۱] عربی عبارت کا فارسی ترجمہ کسی قدر تغیرِ الفاظ کے ساتھ شاملِ متن ہے، اسی فارسی عبارت کا اردو ترجمہ کیا گیا ہے۔

جو بادشاہ ان بری عادتوں میں مبتلا ہو، آخر کار بادشاہت اس کی ہاتھ سے چلی جاتی ہے کیوں کہ بغیر لشکر و رعایا کے بادشاہت ایسا خیمہ ہے جو بغیر رسیوں اور میخوں کے ہو، ایسے خیمے کا کھڑا رہنا ناممکن ہے اسی بات کے تعلق سے حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ آردشیر بابک کے حالات میں بیان کیا گیا ہے، **لاملک الاّ بالرجال، ولا رجال الاّ بالمال، ولا مال الاّ بالعمارۃ ولا عمارۃ الاّ با لعدل، ولا عدل الاّ بالسیاست** یعنی لوگوں کے بغیر ملک نہیں ہوتا، مال کے بغیر لوگ نہیں ہوتے، عمارت کے بغیر مال نہیں ہوتا، عدل کے بغیر عمارت نہیں ہوتی اور سیاست کے بغیر عدل قایم نہیں ہوتا۔

سلطان جلال الدین خوارزم شاہ نے پختہ ارادہ کرلیا تھا کہ خوارزم کی طرف جائے چناں چہ وہ سیستان[1] کی حدود اور علاقے میں پہنچ گیا۔ اس کے لشکر نے آبادیوں کو تباہ کرنا شروع کردیا۔ اس علاقے کے بزرگوں میں سے ایک بزرگ سلطان سے ملاقات کرنے آئے اور فی البدیہہ یہ چند اشعار پڑھے۔ سلطان نے ان اشعار کے سنتے ہی گھڑ سوار فوجیوں کو اُن ناپسندیدہ عمل سے روک دیا اور خود سوار ہوکر دوسری جگہ پڑاؤ کیا۔ وہ ابیات یہ ہیں۔ ابیات:

سلطانِ دولت ست کہ بفرماں نشستہ است
آں جانہ پاے بود کہ درباں نشستہ است

وہ سلطانِ نعمت ہے جو فرمان کے ساتھ تخت نشیں ہے۔ جہاں کسی کے قدم نہ تھے اب وہاں دربان بیٹھا ہوا ہے

پروانۂ زشمعِ سلاطین بدو رسید
گفتادر آے زود کہ سلطاں نشستہ است

جب سلاطین کی شمع کا پروانہ (دربان تک) پہنچا تو اس نے کہا کہ جلدی سے آؤ سلطان تشریف فرما ہے۔

چوں خضر زندہ گشتہ زدا راے روز گار
کا سکندرے بجائے سلیماں نشستہ است

زمانے کا بادشاہ خضر کی مانند زندہ ہوگیا۔ سلیمان کی جگہ اب ایک سکندر کا راج ہے

سو گندمی خورم کہ چو ایں شاہ کس ندید
اینک گواہِ عدل واحساں نشستہ است

میں قسم کھاتا ہوں کہ اس بادشاہ کی مثل دوسرا نہ دیکھا۔ اب عدل واحسان کا شاہد تخت نشیں ہے۔

گردِ سپاہِ توکہ چو مورند چوں ملخ
بر خوشہ ہاے کشتۂ دہقاں نشستہ است

---

[1] مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۱۶۷ پر جگہ کا نام سفیان درج کیا گیا ہے لیکن غالباً یہ سستان ہے۔ متن میں قیاسی تصحیح کی گئی ہے۔

آپ کی فوج کی گرد جو چیونٹیوں کی طرح کثیر ہے ٹڈیوں کی مثل دہقاں کے اجڑے ہوئے خوشوں پر بیٹھی ہوئی ہے۔

بارانِ عدل بارکہ ایں خاک مدّتے
تابر امیدِ وعدۂ باراں نشستہ است

اے سلطان اس زمین پر عدل کی بارش برسایئے جو ایک عرصے بارش کے وعدے کے پورا ہونے کا انتظار کر رہی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ دنیاوی بادشاہ جو اس نہج پر اپنے اوقات شریف اور لطیف ساعتیں بسر کرتے ہیں چاہیے کہ صبح نماز فجر کی دو رکعتیں خدائے یگانہ کے لیے ادا کریں پھر اس کی یاد میں اشراق تک مشغول رہیں۔ اس کے بعد ثقہ عالموں اور نامور صلحا کی صحبت میں بیٹھیں اور اُن سے اُن آیاتِ قرآنی کے معانی اور مطالب دریافت کریں جو عدل واحسان سے متعلق نازل ہوئی ہیں۔ یہ مشغلہ چاشت تک جاری رکھیں۔ اسی مجلس میں پہلے وزیروں اور مصاحبوں کو طلب کریں تاکہ وہ لشکر کے درپیش مسائل پیش کریں۔ ہر ایک کو تسلی بخش جواب دیں اور ہر ایک کو اس کے مدعا تک پہنچائیں۔ اس کے بعد عام لوگوں کو دربار میں بلائیں تاکہ عام لوگ اپنے دعوے اور معاملات فیصلے کے لیے ان کی خدمت میں پیش کریں اور مسلمانوں کے درپیش مسائل حل کیے جائیں۔ بادشاہوں پر لازم ہے کہ وہ ہر معاملے کا فیصلہ انصاف کے تقاضوں اور شریعت کی ہدایات کو مدنظر رکھ کر کریں۔

اکابر شیوخ اور نامور سرداروں کے معاملات ومسائل بالمشافہ نہ سنے جائیں بلکہ بالواسطہ طریقہ اختیار کیا جائے یعنی ان سادات، قضات اور مشائخ کی عرضیاں خود صدر روانہ کرے گا، اور لشکر کے اہم مسائل وزیر اور مصاحب پیش کریں گے۔ صدر کا عہدہ ایسے شخص کو تفویض کیا جائے جو دین دار اور دردمند ہو بلکہ یہ منصب ایسے شخص کو دینا بہتر ہے جو صوفیانہ مشرب کا حامل ہو۔ اگر چہ کوئی صوفی یہ منصب قبول نہیں کرے گا لیکن اس معاملے میں تکلف سے کام لے کر اسی کو تفویض کریں اس لیے کہ کام میں عمومی فلاح وبہبود مضمر ہے۔ وزیر ایسے شخص کو مقرر کیا جائے جو تمام فنوں اور ہنروں سے آراستہ وپیراستہ ہو، خاص طور دین دار ہو۔ وکالت ایسے شخص کے سپرد کی جائے جو شکل وشباہت کے اعتبار سے پسندیدہ اور پاکیزہ خصایل کا حامل ہو صاحب عقل اور مسئلے کو فوراً سمجھنے والا ہو۔ ان خوبیوں کے حامل ہر شخص کو مناسب عہدہ تفویض کرے۔ جہاں تک ممکن ہو حکومت وسلطنت کے احکام نافذ کرنے اور سرانجام دینے کے لیے کسی غیر متعلق شخص کو ہرگز شامل نہ کرے۔ ایک شخص کا کام دوسرے کے سپرد نہ کرے۔ قیلولے کے وقت آرام کرے۔ جب قیلولے سے فارغ ہو تو نماز کی تیاری کرے اور نماز باجماعت ہرگز ترک نہ کرے۔ ظہر کی نماز ادا کرنے کے بعد جس قدر ہو سکے تلاوت قرآن کرے، خاص طور پر سورۂ قد سمع اللہ کی تکرار بہتر ہے کیوں کہ نامور سلاطین وملوک اس سورہ کی تلاوت میں مصروف رہے ہیں۔

سلطان محمود غازی انار اللہ برہانہ کے حالات سے منقول ہے کہ وہ مذکورہ بالا سورہ کی تلاوت کرتے تھے اور اصرار کے ساتھ کہتے تھے کہ مجھے دنیا میں جو سلطنت وشوکت حاصل ہوئی وہ اسی سورہ کی برکت سے حاصل ہوئی ہے یہی بات گلزارِ

سلطنت اور لالہ زارِ مملکت کے پھول حضرت ابراہیم شاہ بھی فرماتے تھے اور اس فقیر سے اس سورہ کی تلاوت کا بے حد اصرار کرتے تھے، چناں چہ جب اس فقیر نے تخت سلطنت اور سریر حکومت ترک کیا تو برادر عزیز ارشد محمد شاہ سے پہلی بات یہی کہی تھی کہ وہ یہ سورہ حفظ کرلیں اور رجال غیب کے سامنے آنے سے پرہیز کریں۔

مختصر یہ کہ تمام امور میں سے کسی امر کا فیصلہ ہدایت شرع کے بغیر نہ کرے اور جہاں تک ممکن ہو عدل وانصاف کے کسی نکتے کو نظر انداز نہ کرے تاکہ دونوں جہان کی مملکت کے کاموں میں خلل واقع نہ ہو۔ ابیات:

جہاں داری وملکِ کے خسروی
مقام بزرگ ست کو کوچک مدار

(کسی ملک کی حکومت وسلطنت چلانا اہم مقام ہے اسے معمولی خیال نہ کر)

اگر پائے مورے در آید بہ سنگ
خدا از تو پرسد بروزِ شمار

(اگر (تیری غفلت کی وجہ سے) کسی چیونٹی کا پاؤں پتھر کے نیچے آئے تو قیامت کے دن خدا اس کی پرُسش کرے گا۔)

اگر برسرِ نامرادے رود
ستم خود چہ پیش آیدت کاروبار

(اگر کسی نامراد کے سر پر ظلم ہو اور معاملہ تیرے سامنے پیش کیا جائے)

دگر زینت داد در بر کنی
دہی دادِ مظلوم دروقت بار

(تو تو زینتِ انصاف کو قایم رکھ اور دربار میں مظلوم کی دادرسی کر)

شمارندت از بادشاہانِ عدل
مکانِ تو فردوس باشد زنار

(تیرا شمار عادل بادشاہوں میں کیا جائے گا اور بجائے دوزخ کے تجھے جنت میں جگہ ملے گی۔)

قال علیہ السلام کلکم راعٍ وکلکم مسئول عن رعتیہٖ یعنی حضور علیہ السلام نے فرمایا، تم میں سے ہر شخص حاکم ہے ہر شخص سے اس رعیت کے بارے میں پرسش ہوگی۔ یہ پہلو دنیاوی بادشاہوں سے متعلق ہے لیکن ملکِ دین کے بادشاہوں اور لشکرِ یقین کے سلطانوں نے دنیاوی سلطنت ہی کو وسیلۂ آخرت کیا ہے اور فرماں روائی کو آخرت کی کھیتی بنایا ہے۔ ان کا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں صرف کرنے کے لیے ہے اور ان کی جان حقایق کی فضا اور دقایق کے صحرا میں پرواز کرنے کے لیے ہے کہ جس قدر جلد ممکن ہو اسے راہِ حق میں فنا کردیں کیوں کہ خدائے تعالیٰ کے بغیر تسکین نہیں پاتا کہ

لاراحۃ للمؤمن من دون لقاء اللہ یعنی لقائے الٰہی کے بغیر مومن کو راحت نہیں ملتی۔ رباعی

ہردم ز خودی خویش ملالم گیر
سودائے وصالِ آں جمالم گیر
پروانۂ دل چو شمعِ رویت نگرد
دیوانہ شود ترک دو عالم گیرد

ترجمہ: میں اپنی خودی کے ہاتھوں ہر دم ملول رہتا ہوں۔ مجھے اس کے جمال سے واصل ہونے کا شوق رہتا ہے جب پروانۂ دل اس کے شمع رخ کو دیکھتا ہے تو دیوانہ ہوجاتا ہے اور دونوں عالم چھوڑ دینا چاہتا ہے۔

منقول ہے کہ ایک روز امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کسی کافر سے جنگ کررہے تھے۔ چاہتے تھے کہ تلوار سے اسے زخمی کریں۔ کافر کو ضربِ تیغ سے بچنے کی کوئی راہ نہ ملی تو آپ کے منہ پر تھوکا۔ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہ نے تلوار نیام میں رکھ دی اور چل دیے۔ کافر کو اس بات سے سخت تعجب ہوا کہ باوجود دبدبے اور قدرت مجھے قتل کیوں نہیں کیا اس نے آپ کا پیچھا کیا اور دریافت کیا کہ اے جوان تم کون ہو۔ آپ نے فرمایا کہ ابن ابو طالب ہوں۔ کافر نے پھر پوچھا کہ تم نے مجھے زخمی کیوں نہیں کیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا، میری تم سے جنگ خالص اللہ تعالیٰ کے لیے تھی، جب تم نے مجھ پر تھوکا تو میرے نفس میں اضطراب اور غصہ پیدا ہوا کہ اسے فوراً قتل کردے۔ میرا نفس رنجیدہ ہوا اور میں نے اس کے کہنے کے خلاف کیا تاکہ نفس کی مراد اور اللہ تعالیٰ (کی مرضی) کے درمیان شرکت نہ ہو۔ وہ کافر ایمان لے آیا۔

اس سلسلے میں حضرت قدوۃ الکبراؒ نے روایت کی کہ جب مومنین پر جہاد فرض ہونے کا حکم ہوا تو حضور علیہ السلام نے کافروں سے جہاد وقتال کرنے کے فضایل وشمایل بیان فرمائے۔ صحابہؓ پر شرکتِ جہاد کی تمنا غالب ہوئی۔ (ان میں) ایک جماعت معذوروں کی تھی جنھیں جہاد میں شریک ہونے کی قوت اور استعداد حاصل نہ تھی۔ اس جماعت نے آرزو کی کہ کاش ہم بھی جہاد کی تکلیف اٹھاتے اور ثواب کی غنیمت سے بہرہ ور ہوتے۔ ایک روز یہ جماعت حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی اور دولتِ جہاد سے محروم رہنے کا غم عرض کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص جہاد کی سکت نہیں رکھتا اسے کہیں کہ وہ حج کے لیے جائے اسے وہی ثواب ملے گا۔ جماعت یہ حکم سن کر خوش ہوئی۔ اسی جماعت میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جنھیں حج کی قدرت نہ تھی وہ شکستہ دل ہوئے اور سب مل کر حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا سببِ غم بیان کیا کہ محروموں میں چند لوگ ہیں جو حج کرکے جہاد کی فضیلت سے بہرہ یاب ہوں گے۔ ہم میں نہ حج کرنے کی استطاعت ہے نہ جہاد کی قدرت، ہم کیا کریں؟

نماز جمعہ کے فضائل:

حضور علیہ السلام نے فرمایا، **الجمعۃ حج المساکین** یعنی مسکینوں کا حج جمعہ ہے۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ نے اس سلسلے میں یہ بھی فرمایا، کہ جنگ تبوک میں ایک جماعت مکے شریف میں اپنے گھروں میں رہی اور کسی عذر کے سبب شرفِ جہاد سے مشرف نہ ہوسکی۔ اس حسرت کی بنا پر اس جماعت کے لوگوں نے ندامت کو اپنا شعار بنالیا تھا۔حضور علیہ السلام نے بطور بشارت فرمایا **ماقطعناوا دیا وما اصابنا شدة الاوهم معناً** یعنی ہم نے کوئی صحرا عبور نہیں کیا نہ ہمیں کوئی ایسی تکلیف پہنچی مگر یہ کہ وہ ہمارے ساتھ تھے، اس لیے کہ قصد و ارادے کے اعتبار سے شریک تھے۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے تھے کہ میدان الٰہی کے مجاہد اور معرکۂ نامتناہی کے چالاک جوانوں کا لشکر کائنات کے بادشاہ اور فوجِ موجودات کے شہنشاہ کے ہاں اتنا بلند مرتبہ ہے کہ اگر اس کی شرح زمین کے درختوں کے پتوں پر اور گلزارِ آثار کی کتابوں میں لکھی جائے تو نا تمام رہے۔ جہاد باطنی جس کے بارے میں حضور علیہ السلام نے اشارہ فرمایا ہے کہ ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف لوٹے ہیں ایک دوسری حقیقت ہے۔ اس کے فضایل وصول الٰہی اور حصول نا متناہی کے تخت پر جلوس اور تمکن ہیں۔ قطعہ:

مبارزمی تواں گفتن کسے را
کہ سازدبر سپاہ خویش پیکار
جو نصرت یا بد او بر لشکرِ خویش
سپہ دارے بود عالی جہاندار

ترجمہ: لڑانے والا اس شخص کو کہہ سکتے ہیں جو (اپنے نفس کی) فوج سے جنگ کرے جب وہ اپنے نفس کے لشکر پر فتح پائے گا تو وہ مجاہد بڑے مرتبے کا بادشاہ ہوگا۔